ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 02. October-December 2025.Page# 4871-4883
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Exodus Event: A Textual Comparative Study of the Torah and the Holy Quran

واقعہ خروج:توریت اور قرآن کریم کا متنی تقابلی مطالعہ

Dr. Muhammad Tayyab Usmani
Incharge: Department of Islamic & Arabic Studies, Baba Guru Nanak University, Nankana sahib
tayyab.usmani@bgnu.edu.pk

Abstract

This study presents a comparative, textual, and theological analysis of the Exodus narrative in the Hebrew Bible (specifically the Book of Exodus) and the Holy Qur'an. Across Abrahamic traditions, the Exodus occupies a foundational role in shaping religious, historical, and existential paradigms. While the biblical account primarily emphasizes ethnic identity, covenantal nationhood, and geographic liberation toward the Promised Land, the Qur'anic discourse reframes the narrative around universal monotheism, cosmic justice, the dismantling of tyranny and the moral vindication of the oppressed. Furthermore, the paper critically examines the Orientalist "Borrowing Theory" (advanced by scholars such as Charles Cutler Torrey and others) through rigorous textual juxtaposition. Employing comparative textual matrices, the study maps key thematic convergences such as the Mosaic mission, Pharaonic pursuit, and the miraculous crossing alongside significant divergent nuances, notably the rejection of anthropomorphism, Pharaoh's eleventh-hour confession of faith, and the unique historical preservation of his corpse as an enduring sign. Ultimately, the analysis substantiates the Qur'anic self-designation as Muṣaddiq (verifier) and Muhaymin (guardian/criterion) over preceding scriptural traditions.

Keywords:
Exodus, Torah, Holy Qur'an, Textual Comparison, Orientalism, Scriptural Reasoning, Biblical Typology, Preservation of Pharaoh's Body.

یہودی فکر کی تشکیل میں عہدِ عتیق اور بالخصوص تورات "Pentateuch" کے فکری، تاریخی اور الہیاتی نظام میں واقعہ ٔخروج "Exodus" کو محض ایک زمانی و مکانی نقل مکانی یا سیاسی نجات کی سرگزشت کے طور پر نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ یہ عبرانی فکر کا وہ بنیادی فلسفیانہ اور وجودی نقطہ ٔ آغاز ہے جہاں سے یہودی قوم کی مذہبی، اخلاقی، سماجی اور قانونی شناخت تشکیل پاتی ہے۔ فلسفہ ٔتاریخ کے تناظر میں خروج محض تاریخ کے دھارے میں رونما ہونے والا ایک واقعہ نہیں، بلکہ یہ تاریخ کے اندر الوہی ارادے کا وہ عملی ظہور ہے جس نے قدیم مشرقی دنیا کے دوریاتی تصورِ وقت کو توڑ کر ایک غایتی اور ارتقائی خطی تصورِ وقت کی بنیاد رکھی۔ قدیم مصری اور میسوپوٹامیائی اساطیر میں کائنات کا نظام ایک دائمی، ناقابلِ تغیر اور فطری گردش کے تابع تھا جہاں انسان ملوکیت اور دیومالائی جبریت کا اسیر تھا۔ خروج کے واقعے نے اس جامد کاسمولوجی کو منہدم کر کے یہ تصور قائم کیا کہ خدا فطرت کے مظاہر میں قید نہیں بلکہ وہ انسانی تاریخ کے اندر متحرک ہے اور تاریخ کو ایک متعین اخلاقی و وجودی منزل کی سمت گامزن کرتا ہے۔ وجودیاتی اعتبار سے واقعہ ٔخروج ایک محکوم، بے نام اور غلام گروہ کی ایک باقاعدہ اخلاقی و شعوری قوم میں "Metamorphosis" کا نام ہے۔ مصر میں بنی اسرائیل محض ایک حیاتیاتی اور مادی وجود رکھتے تھے جن کی کوئی خود مختار اخلاقی حیثیت یا تاریخی مشن نہ تھا بس وہ فرعونی حاکمیت کے تحت ایک جبری معاشی آلہ کار تھے۔ خروج کا وقوع دراصل عدم سے وجود میں آنے کا عمل ہے۔ بحیرۂ قلزم کو پار کرنا فقط ایک جغرافیائی فاصلہ طے کرنا نہیں بلکہ یہ غلامی کے تاریک ابہام سے حریت کے شعوری وجود میں داخل ہونے کا ایک عبوری پل تھا۔ تورات اس واقعے کے ذریعے یہ فلسفیانہ مقدمہ قائم کرتی ہے کہ انسانی آزادی محض ایک سیاسی حق نہیں بلکہ ایک الوہی تقاضا ہے۔ الوہی ذات کے ساتھ تعلق اسی وقت ممکن ہے جب انسان غیر انسانی اور غاصبانہ اقتدار کے جوئے سے آزاد ہو، کیونکہ ملوکیت کا جبر انسان کو اخلاقی فیصلوں کے فہم سے محروم کر دیتا ہے۔ یوں خروج، انسانی خود مختاری اور آزادیِ ارادہ کا وہ اعلامیہ بنتا ہے جس کی بنیاد پر بعد ازاں انسانی شرف کا فلسفہ استوار ہوا۔ الہیاتی اور کلامیاتی اعتبار سے، خروج کا بیانیہ خدا کے وجود اور اس کی صفات کے فہم میں ایک انقلابی فکری

موڑ کی علامت ہے۔ تورات کی کتابِ خروج میں جب موسیٰ علیہ السلام خدا سے اس کی ذات کا تعارف مانگتے ہیں تو جواب ملتا ہے: "میں جو ہوں سو میں ہوں" " Ehyeh Asher Ehyeh" ۔ یہ نام کسی جامد، مجرد یا ساکن وجود کا نہیں بلکہ ایک متحرک، خود مختار اور تاریخ میں کار فرما ذات کا اعلان ہے۔ اس کے متوازی بائبلی فکری تناظرات کے ضمن میں مسیحی فکر اور الہیات میں واقعۂ خروج کو محض ایک تاریخی سیاسی رہائی کے بجائے ایک عظیم روحانی اور وجودی نجات کا علامتی پیش خیمہ "Typology" تسلیم کیا جاتا ہے جہاں مصر کا جبر گناہ کی غلامی، فرعون ابلیس، اور بحیرۂ احمر کا عبور بپتسمہ کے ذریعے روحانی نئی پیدائش کی تمثیل بن جاتا ہے۔ مسیحی فکری تناظر میں عیدِ فسح کا برّہ حضرت عیسیٰ مسیح کے کفارے کی قربانی کا استعارہ بن کر ابھرتا ہے کہ جنہوں نے مادی ارضِ موعود کے بجائے بنی نوع انسان کو گناہ، خوف اور ابدی موت کے جبر سے آزاد کرا کے ایک نئے عہد اور خدا کی بادشاہی میں داخل کیا۔ یوں مسیحی الہیات نے خروج کے قومی و جغرافیائی بیانیے کو ایک آفاقی اور اندرونی روحانی حریت کی شکل دے دی، جو نہ صرف فرد کو اخلاقی نجات عطا کرتی ہے۔ تیسرے اہم الہامی مذہب کے تناظر یعنی اسلامی فکر میں انبیائی تسلسل میں اور قرآنی کلامیات میں واقعۂ خروج کو توحید کے عملی غلبے، نصرتِ الٰہی، اور تاریخی عدل کے ایک لازوال اصول کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جہاں فرعون کا کردار محض ایک جابر بادشاہ کا نہیں بلکہ خود کو رب کہلوانے والے سرکش کا مجسمہ ہے اور خروج اس استکبار کے خلاف حق کی فتح کا تاریخی اعلان ہے۔ قرآنِ مجید میں یہ واقعہ کسی ایک قوم کی نسلی برتری کے بجائے اخلاقی آزمائش، شکر گزاری اور الٰہی سنت کا مظہر بن کر سامنے آتا ہے۔ یہ واقعہ ادیانِ ثلاثہ میں کہیں نا کہیں تینوں ادیان کے متنوع فکری تسلسل کا لازمہ ہے۔ قرآن کریم نے ایک جانب انبیائی تسلسل اور فکری لوازمات کا تحفظ کیا بلکہ مرورِ زمانہ سے دھندلانے والے پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ تمام کتب کے آخر میں ایسی کتاب کو نازل کیا جو پچھلی تمام کتب کے لیے تصدیق کرنے والی کتاب بن جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ"[1]

ترجمہ:۔ پھر اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی ۔ اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔

قرآن مجید سے پہلے تمام آسمانی صحائف اپنے اپنے وقت کے لیے آئے تھے اور ایک خاص وقت تک محفوظ رہے، ان میں سے دائمی کوئی نہ تھا اور نہ ہی ان کی صحت باقی رہی۔ ارشاد باری ہے:۔

" مَا كَانَ حَدِيثاً يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ"[2]

ترجمہ: یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل۔ اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ " مھیمن "کا لفظ قریب المعانی تمام الفاظ "امین، شاہد اور حاکم "کو شامل ہے:۔

"كلها متقاربة المعنى، فإن اسم المهيمن يتضمن هذا كله، فهو أمين، وشاهد، وحاكم على كل كتاب قبلہ (جعل الله هذا الكتاب العظيم الذي أنزله آخر الكتب وخاتمها وأشملها وأعظمها وأكملها؛ حيث جمع فيه محاسن ما قبله من الكمالات ما ليس في غيره، فلهذا جعله شاهداً، وأميناً، وحاكماً عليها كلها، وتكفل تعالى حفظه بنفسه الكريمة، فقال تعالى: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"[3]

امام فخر الدین رازی کے نزدیک قرآن کتبِ سماویہ کے لیے "مھیمن- نگران" اس لیے ہے کہ حفاظتِ خداوندی کی وجہ سے قرآن کریم تبدیل، تحریف اور تنسیخ سے پاک ہے:۔

"إنما كان القرآن مهيمناً على الكتب لأنه الكتاب الذي لا يصير منسوخاً البتة، ولا يتطرق إليه التبديل والتحريف على ما قال تعالى: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۔وإذا كان كذلك كانت شهادة القرآن على أن التوراة والإنجيل والزبور حق؛ صدق باقية أبداً"[4]

ڈاکٹر محمود احمد غازی "مھیمن" کے دو مفاہیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جب قرآن مجید یہ کہتا ہے تمام آسمانی کتابوں پر مہیمن ہے تو اس کے دو مفہوم ہوتے ہیں۔ پہلا مفہوم تو یہ ہے گذشتہ

---

[1] القرآن، 48/5

[2]. القران، 12: 111

[3]. محمد بن کثیر، تفسیرالقرآن العظیم ،(جیزہ: دار قرطبہ، 1421ھ-2000م)، 5: 246

[4]. فخر الدین الرازی، تفسیرالکبیر، (بیروت : دار الفکر ، 1401ھ-1981م)، 12:12

آسمانی کتب میں جو شریعتیں دی گئی ان سب شریعتوں کی بنیادی اساس, ان کی روح اور ان کا جوہر اس کتاب میں محفوظ ہے۔" يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ"۔۔۔۔ مھیمن کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ کتب میں جو کچھ پیغام دیا گیا تھا وہ سارا کا سارا قرآن مجید میں موجود ہے۔ ایک اعتبار سے ان کتابوں کے حاملین نے اس پیغام کو ضائع کر دیا لیکن اس اعتبار سے قرآن مجید نے ان کتابوں کے اس پیغام کو محفوظ رکھا اگر آج کوئی یہ جاننا چاہے کہ موسی علیہ السلام کی تعلیمات کیا تھی تو قرآن سے معلوم ہو جائے گا۔ "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى،وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ "یوں جتنے بھی کتاب الہی کے علمبر دار گزرے ہیں ان تمام کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے اور ان کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات کا خلاصہ اور عطر بھی بیان بھی کر دیا گیا ہے۔یوں قرآن مجید نے ان کی کتابوں کی بنیادی تعلیمات کا جوہر اپنے اندر اسی طرح محفوظ کر لیا ہے جیسے مرغی اپنے بچوں کو ضائع ہونے سے محفوظ کر لیتی ہے۔[5]

قرآنی مہیمنیت اور مصدقیت کو مغربی مسیحی ویہودی مناظرانہ ادب کے ماہرین اور بالخصوص استشراقی فکر کے حاملین نے قرآن کریم کے تاریخی بیانات کو یہودی و مسیحی پس منظر میں تیار شدہ نقل کر دیا، چارلس کٹلر ٹوری لکھتے ہیں:۔

"Unquestionably, the first impression gained by a reader of the Koran is that Mohammed had received the material of his new faith and practice mainly from the Jews of the Hijaz. On almost every page are encountered either episodes of Hebrew history, or familiar Jewish legends, or details of rabbinical law or usage, or arguments which say in effect that Islam is the faith of Abraham and Moses. It is natural to suppose that all this was ultimately derived from Israelites and that these Israelites were Mohammed's own neighbours is the inescapable impression constantly produced by his language: he is speaking to those who were within the reach of his voice, not to far distant or imaginary hearers."[6]

وہ مزید لکھتے ہیں:۔

"The two religions, Judaism and Christianity, had much in common in that day; each had continued to exercise some influence on the other. Jews had some knowledge of Christian literature, and vice versa. There are in the Qur'an numerous passages in regard to which one might say (and some scholars actually have said): "Here is distinctly Christian doctrine"; or, even, " Here is a saying plainly suggested by such and such a verse of the New Testament." Another, with equal justification, could claim the same utterances as showing Israelite influence, and find equally close parallels in Hebrew Scriptures."[7]

مستشرق لیڈن پی ہیریز اپنی کتاب(Islam in west Africa)میں لکھتا ہے:

"Muhammad himself borrowed from the Bible, and Muslim today consciously or not, borrow much from the Christian ideology even in matters which Quran does not support."[8]

"مآخذِ قرآنیہ" کے انتقادی ماہرین کی روشنی میں دونوں کتب کی نصوص کا تقابل ضروری ہے تاکہ استشراقی تصورِ اخذ و استفادہ اور بین المتنیت کی استنادیت کا فیصلہ ہو سکے۔

---

[5]. محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی، (لاہور: الفیصل پبلیشرز، 2007ء)، 79

[6]. Charles Cutler Torrey, *The Jewish Foundation of Islam* (New York: Jewish Institute of Religion Press / Bloch Publishing Co., 1933), 8.

[7]. Torrey, *The Jewish Foundation of Islam*, 5.

[8]. P. Linden Harries, Islam in West Africa (London: Universities' Mission to Central Africa, 1954), 57.

واقعۂ خروج تورات / توریت کی کتاب خروج کی روشنی میں:۔

تورات میں خروج کے اس اہم واقعے کے لئے مستقلاً ایک کتاب "خروج" کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں مصریوں سے بنی اسرائیل کی آزادی کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ ذیل میں اس واقعے کی تفصیل بروایت کتابِ خروج ذکر کی جارہی ہے۔

مصر میں بنی اسرائیل کی مدتِ اقامت:

کتابِ خروج کے مطابق بنی اسرائیل نے مصر میں چار سو تیس سال بتایا ہے، مذکور ہے:۔

"اور بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس ہوئے تھے۔ اور چار سو تیس برسوں کے گذر جانے پر ٹھیک اُسی روز خداوند کا سارا لشکر ملکِ مصر سے نکل گیا"[9]

بنی اسرائیل کے افراد کی تعداد:

افراد کی تعداد کے بارے میں کتابِ خروج یہ معلومات فراہم کرتی ہے:ء

"اور بال بچوں کو چھوڑ کر وہ کوئی چھ لاکھ مرد تھے"[10]

معلوم ہوا کہ عورتوں، بچوں اور مویشیوں کے علاوہ تعداد چھ لاکھ مردوں کی تھی۔

خروج کا راستہ:

کتابِ خروج یہ بتاتی ہے کہ اسرائیلیوں کا مصر پہلے مرحلے میں خروج کی ابتداء شہر رعمسیس سے ہوئی اور سکوت تک پیدل گئے، مذکور ہے:۔

"اور بنی اسرائیل نے رعمسیس سے سکات تک پیدل سفر کیا۔"[11]

جب اسرائیلی گھروں سے مویشیوں کے ساتھ اُنہوں نے اپنے ساتھ جلدی کی وجہ سے بے خمیرہ آٹا ساتھ لے لیا، مذکور ہے:۔

"سو اِن لوگوں نے اپنے گُندھے گُندھائے آٹے کو بغیر خمیر دئے لگنوں سمیت کپڑوں میں باندھ کر اپنے کندھوں پر دھر لیا۔"[12]

اسرائیلیوں نے ارض کنعان کی جانب رخ کیا کیونکہ کنعانیوں کے ملک میں بسانے کا خداوند نے اُن سے وعدہ کیا اور قسم بھی کھائی۔ اِسی علاقے کا اِنہیں دینے کا وعدہ ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا، مذکور ہے:۔

"اور جب خُداوند اُس قَسم کے مُطابق جو اُس نے تجھ سے اور تیرے باپ دادا سے کھائی تُجھ کو کنعانیوں کے مُلک میں پہنچا کر وہ مُلک تُجھ کو دے دے ۔"[13]

کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ فلسطین میں قوت وطاقت کے لحاظ سے مشہور قوم آباد تھی، اسی لئے خداوند کو اِس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل مصر نکل کر آئیں اور اُس کا سامنا اِس قوم سے ہو اور یہ بزدلی کی وجہ سے مصر واپس لوٹ جائیں، اِس بارے میں کتاب خروج میں مذکور ہے:۔

"اور جب فرعون نے اُن لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی تو خُدا انکو فلستیوں کے مُلک کے راستہ سے نہیں لے گیا اگرچہ اُدھر سے نزدِیک پڑتا کیونکہ خُدا نے کہا اَیسا نہ ہو کہ یہ لوگ لڑائی بھڑائی دیکھ کر پچھتانے لگیں اور مصر کو لوٹ جائیں۔"[14]

پس خدا نے اُن کے راستے کو تبدیل کر دیا، مذکور ہے:۔

---

9. خروج، 12: 40
10. خروج، 12: 37
11. ایضاً
12. خروج، 12: 34
13. خروج، 13: 17
14. خروج، 13: 17

"بلکہ خُدا اِنکو چکّر کِھلا کر بحرِ قلزم کے بیابان کے راستہ سے لے گیا اور بنی اِسرائیل مُلکِ مصر سے مُسلّح نکلے تھے۔ اور اُنہوں نے سکات سے کُوچ کر کے بیابان کے کنارے ایتام میں ڈیرا کیا۔"[15]

ایک مرتبہ یہاں سے راستے کی تبدیلی کا حکم آیا، مذکور ہے:۔

"اور خُداوند نے موسیٰ سے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کو حکم دے کے وہ لَوٹکر مجدال اور سُمندر کے بیچ فی،ہخیروت کے مُقابل بعل صفون کے آگے ڈیرے لگائیں۔ اُسی کے آگے سُمندر کے کنارے کنارے ڈیرے لگانا۔ اور مَیں فِرعون اور اُس کے سارے لشکر پر مُمتاز ہونگا اور مصری جان لینگے کہ خداوند مَیں ہوں اور اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔"[16]

اور پھر ایسا ہی ہوا کہ فرعون نے پیچھا کیا اور اُنہیں بحر قلزم پر آلیا، مذکور ہے:۔

"اور مصری فوج نے فرعون کے سب گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں سمت اُن کا پیچھا کیا اور اُن کو جب وہ سمندر کے کنارے فی ،ہخیروت کے پاس بعل صفون کے سامنے ڈیرا لگارہے تھے جالیا۔"[17]

خروج کے دوران حالتِ بنی اسرائیل:

اسرائیلیوں نے جب فرعون کو بمع لشکر دیکھا تو اُنہوں نے ایمان کی کمزوری کا کامل مظاہرہ کیا کہ جنابِ موسی علیہ السلام پر تہمت لگادی اور خداوند کے کرشموں کو جو پہلے مصر میں دیکھے تھے بُھلا بیٹھے اور اُنہیں یقین ہوگیا کہ بس اب ہلاک ہوئے، مذکور ہے:۔

"اور موسیٰ سے کہنے لگے کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تُو ہم کو وہاں سے مرنے کے لئے بیابان میں لے آیا ہے، تُونے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا۔ کیا ہم تُجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں؟ کیونکہ ہمارے لئے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا ڈرو مت چُپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دِیکھو جو وہ آج تُمہارے لئے کریگا کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دِیکھتے ہو اُن کو پھر کبھی ابد تک نہ دِیکھوگے۔ خداوند تمہاری طرف سے جنگ کریگا اور تم خاموش رہوگے۔ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے بڑھیں۔ اور تُو اپنی لاٹھی اُٹھا کر اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھا اور اُسے دوحصے کر اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل جائینگے۔"[18]

فرعون کی لشکر سمیت غرقابی اور بنی اسرائیل کا عبور:

جنابِ موسی علیہ السلام نے لاٹھی سمندر کی طرف اُٹھائی تو سمندر کا پانی دو حصوں میں بٹ گیا اور وہ خشک راستہ بن گیا۔ یہیں سے بنی اسرائیل گذر گئے، مذکور ہے:۔

"پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تُند پُوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دوحصے ہوگیا۔ اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چلکر نکل گئے اور اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔ اور مصریوں نے تعاقُب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُنکے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے۔ اور اُس نے اُنکے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ سو اُنکا چلانا مُشکل ہوگیا۔ تب مصری کہنے لگے آؤ ہم اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خداوند اُنکی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چُھوٹا۔ پَر بنی
اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چلکر نکل گئے اور پانی اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا۔"[19]

---

[15]. خروج، 13: 18 - 20

[16]. خروج، 14: 1-3

[17]. خروج،14: 9

[18]. خروج،14: 11- 15

[19]. خروج،14: 21- 29

واقعۂ خروج قرآن حکیم کی روشنی میں:۔

موسوی دعوت کی اساس:

جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کی جانب مبعوث ہوئے تو اُس کے دربار گئے اور اُسے دعوت ہدایت دی۔ موسیٰؑ کی دعوت اللہ جلّ شانہٗ نے یوں بیان فرمایا:۔

" وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۔ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۔ فَكَذَّبَ وَعَصٰى "[20]

جب وہ ہدایت کی تعلیم کو ماننے سے منکر ہوا تو پھر موسیٰؑ نے اپنی قوم کی آزادی کا مطالبہ کر کے دوسرا حل پیش کیا، ارشاد ہے:۔

" فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى "[21]

خروج کا حکمِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ کی اِس خروج سے مشیت یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی ذلت ورسوائی جیسی زندگی کا اختتام ہو اور اِسے بنی اسرائیل کے لئے احسان اور فرعون کے لئے سزا بنایا:۔

"وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۔ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ "[22]

اللہ جلّ شانہ نے موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے ساتھ رات کو روانہ ہونے کا حکم دیا، ارشاد ہے:۔

" فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ "[23]

فرعون کا تعاقب:

قرآنِ حکیم اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کو ورغلایا کہ وہ بنی اسرائیل کا پیچھا کریں، ارشاد ہے:۔

" وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى "[24]

بنی اسرائیل کا عبورِ بحر:

ارشاد ہے:۔

" فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ۔۔۔۔۔۔۔ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۔ فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۔ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۔ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ "[25]

دونوں لشکر سمیت سمندر میں:

بے خوفی سے خشک راستے سے سمندر کو عبور کرنے کا حکم دیا گیا:۔

" فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ "[26]

یہاں تک کہ فرعون بنی اسرائیل کے قریب ہو گیا، ارشادِ ربانی ہے:۔

" وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۔ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۔ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ "[27]

اسی غرقابی کے دوران فرعون بول اُٹھا:۔

" وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

---

20. القرآن، 79: 19
21. القرآن، 20: 47
22. القرآن، 28: 5-6
23. القرآن، 44: 23
24. القرآن، 20: 79
25. القرآن، 26: 53، 60-63
26. القرآن، 77/20
27. القرآن، 26: 64-66

"الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ "[28]

مگر عصیان اور فساد میں ابتلاء کی وجہ سے رد کر دیا گیا، ارشاد ہے:۔

" آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَکُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ "[29]

اور پھر سارے غرق ہو گئے، ارشاد ہے:۔

" فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ "[30]

فرعون کی نعش:

اللہ نے نافرمانی کی وجہ سے دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا، ارشاد ہے:۔

" فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الۡاٰخِرَةِ وَالۡاُوۡلٰى "[31]

اُس کے بدن کو دنیا میں بطورِ عذاب بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنا دیا، ارشاد ہے:۔

" فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ "[32]

واقعہ خروج کا قرآنی سبق:

اِس واقعے کو آنے والی نسلوں اور رہتی دنیا کے لئے عبرت بنا دیا گیا:۔

" فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ "[33]

قرآن حکیم اور کتاب خروج کے واقعۂ خروج میں مماثلت:

قرآن حکیم اور کتابِ خروج کے ذکر کردہ اس واقعہ میں مندرجہ ذیل مقامات میں مماثلت ہے:۔

عنوان	قرآن کریم	توریت
موسوی دعوت کی اساس	موسیٰؑ اللہ جلّ شانہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو ظلم واستبداد سے آزاد کروانا چاہتے تھے، ارشاد ربانی ہے:۔ " فَاۡتِيٰهُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّكَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ "[34]	کتابِ خروج میں مذکور ہے:۔ "پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون کے پاس جا اور اُس سے کہہ خداوند یُوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔"[35]
قوم موسیٰؑ کا تعاقب	قرآن حکیم میں موجود ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا، ارشاد ہے:۔ " فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ "[36]	کتابِ خروج میں مذکور ہے:۔ "جب مصر کے بادشاہ کو خبر ملی کہ وہ لوگ چل دئے تو فرعون اور اُس کے خادموں کا دل اُن لوگوں کی طرف سے پھر گیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ کیا کیا کہ اسرائیلیوں کو اپنی خدمت سے چھٹی دے کر اُن کو جانے دیا تب اُس نے اپنا رتھ تیار کروایا اور اپنی قوم

28. القرآن، 10: 90
29. القرآن، 10: 91
30. القرآن، 43: 55
31. القرآن، 79: 25
32. القرآن، 10: 92
33. القرآن، 43: 56
34. القرآن، 20: 47
35. خروج، 8: 1
36. القرآن، 20: 78

		کے لوگوں کو ساتھ لیا۔ اور اُس نے چھے سو چُنے ہوئے رتھ بلکہ مصر کے سب رتھ لیے اور ان سبھوں میں سرداروں کو بٹھایا۔ اور خداوند نے مصر کے بادشاہ فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اُس نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا کیونکہ بنی اسرائیل بڑے فخر سے نکلے تھے۔ اور مصری فوج نے فرعون کے سب گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں سمت اُن کا پیچھا کیا اور اُن کو جب وہ سمندر کے کنارے فی ہخیروت کے پاس بعل صفون کے سامنے ڈیرا لگا رہے تھے جا لیا۔"[37]
بنی اسرائیل کی حالت	قرآن حکیم کی آیات بتلاتی ہیں کہ جب موسوی لشکر نے فرعونی لشکر دیکھا تو گھبرا گئے، ارشاد ہے:۔ " فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ "[38]	اسی طرح کی حالت کا تذکرہ کتابِ خروج بھی کرتی ہے، مذکور ہے:۔ "اور جب فرعون نزدیک آ گیا تب بنی اسرائیل نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا کہ مصری اُن کا پیچھا کیے چلے آتے ہیں اور وہ نہایت خوف زدہ ہو گئے تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی۔ اور موسیٰ سے کہنے لگے کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تُو ہم کو وہاں سے مرنے کے لئے بیابان میں لے آیا ہے، تُو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا۔ کیا ہم تُجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں ؟ کیونکہ ہمارے لئے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔"[39]
جنابِ موسیٰؑ کی تسلی	قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے کہ جناب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو تسلی دی:۔ " قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ "[40]	کتابِ خروج میں مذکور ہے:۔ "تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا ڈرو مت چُپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دیکھو جو وہ آج تُمہارے لئے کریگا کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دیکھتے ہو اُن کو پھر کبھی ابد تک نہ دیکھو گے۔ خداوند تمہاری طرف سے جنگ کریگا اور تم خاموش رہو گے۔"[41]
سمندر کا پھٹنا	قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلانے کے لئے سمندر کا پھاڑا اور اِن کے لئے راستہ نکالا، ارشاد ہے:۔	کتابِ خروج میں بھی سمندر کے پھٹنے کا تذکرہ موجود ہے، مذکور ہے:۔ "اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چلکر نکل گئے اور اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔ اور

[37]. خروج، 14: 5-9
[38]. القرآن، 26: 61
[39]. خروج، 14: 10-12
[40]. القرآن، 26: 61
[41]. خروج، 14: 13-14

	" فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ۔ وَاَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ۔ وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ۔ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ "[42]	مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُنکے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے۔ اور رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور اُنکے لشکر کو گھبرا دیا۔ اور اُس نے اُنکے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ سو اُنکا چلانا مُشکل ہو گیا۔ تب مصری کہنے لگے آؤ ہم اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خداوند اُنکی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ اور خاوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھا تا کہ پانی مصریوں اور اُنکے رتھوں اور سواروں پر پھر بہنے لگے۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قُوّت پر آگیا اور مصری اُلٹے بھاگنے لگے اور خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ وبالا کر دیا۔ اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھُوٹا۔ پر بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چلکر نکل گئے اور پانی اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا۔"[43]
فرعون کی لشکر سمیت ہلاکت	فرعون کی لشکر سمیت سب کی ہلاکت قرآن حکیم میں موجود ہے، ارشاد ربانی ہے:۔ " فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّہُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ فَاَغۡرَقۡنٰہُ وَمَنۡ مَّعَہٗ جَمِیۡعًا"[44]	اسی بارے میں کتابِ خروج میں مذکور ہے:۔ "اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھُوٹا"[45]

کتابِ خروج اور قرآن حکیم کے واقعہِ خروج میں اختلاف:

واقعہِ خروج کے چند پہلو ایسے بھی ہیں جہاں قرآن حکیم اور تورات کی کتابِ خروج کا مؤقف آپس میں مختلف ہیں۔ ذیل میں اُنہی پہلوؤں کا ذکر ہے:۔

عنوان	قرآن کریم	توریت
بنی اسرائیل کی تعداد	قرآن کریم ساکت ہے۔	"اور بنی اسرائیل نے رعمسیس سے سکّات تک پیدل سفر کیا اور بال بچّوں کو چھوڑ کر وہ کوئی چھ لاکھ مرد تھے۔"[46]

[42]. القرآن، 26: 63-66

[43]. خروج، 14: 22- 29

[44]. القرآن، 17: 103

[45]. خروج، 14: 28

[46]. خروج، 37:12

خروج کاسفر	قرآن حکیم نے خروج کے سفر کا راستے کو ذکر نہیں کیا بلکہ سمندر کے قریب گئے اور اُسی سمندر کو اللہ نے پار کروایا۔	کتابِ خروج میں اِس کے بارے میں تفصیل موجود ہے، مذکور ہے:۔ "اور اُنہوں نے سکات سے کُوچ کر کے بیابان کے کنارے ایتام میں ڈیرا کیا۔ اور خُداوند اُنکو دِن کو راستہ دِکھانے کے لئے ستُون میں اور رات کو روشنی دینے کے لئے آگ کے ستُون میں ہو کر اُنکے آگے چلا کرتا تھا تا کہ وہ دِن اور رات دونوں چل سکیں۔"[47] دوسرے مقام پر ہے:۔ "اور خُداوند نے موسیٰ سے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کو حکم دے کے وہ لَوٹ کر مجدال اور سُمندر کے بیچ فی ہخیروت کے مُقابل بعل صفون کے آگے ڈیرے لگایئں۔ اُسی کے آگے سُمندر کے کنارے کنارے ڈیرے لگانا۔"[48]
خروج کی بنیاد وحی الٰہی تھی	قرآن حکیم کی آیات اِس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے بنی موسیٰ کلیم اللہ کی جانب وحی کی کہ رات کو نکلیں، ارشاد ہے:۔ [49] "وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى ۰ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِيۡ"	کتابِ خروج کا کہنا یہ ہے کہ فرعون نے خود ہی جانے دیا، مذکور ہے:۔ "تب اُس نے رات ہی رات میں مُوسی اور ہارُون کو بُلوا کر کہا کہ تُم بنی اِسرائیل کو لیکر میری قوم کے لوگوں میں سے نکِل جاؤ اور جیسا کہتے ہو جا کر خُداوند کی عبِات کرو۔ اور اپنے کہنے کے مُطابق اپنی بھیڑ بکریاں اور گائے بَیل بھی لیتے جاؤ اور میرے لئے بھی دُعا کرنا ۔ اور مصری اُن لوگوں سے بجد ہونے لگے تا کہ اُنکو مُلک مصر سے جلد باہر چلتا کریں کیونکہ وہ سمجھے کہ ہم سب مر جائینگے۔"[50]
خداوند صورت مشاہدہ میں	قرآن کریم خداوند تعالی کامشاہدے کی نفی کرتا ہے۔ ارشاد ہے:۔ "لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ "[51] اور اُسے کوئی دیکھ نہیں سکتا:۔ "لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ۖ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ"[52] موسیٰ علیہ السلام نے فقط اتنا کہا کہ:۔ "اِنَّ مَعِىَ رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ"[53]	کتابِ خروج میں مذکور ہے کہ خداوند خروج کے وقت قافلۂ بنی اسرائیل کے آگے آگے اور پیچھے پیچھے چلتا:۔ "اور خُداوند اُنکو دِن کو راستہ دِکھانے کے لئے ستُون میں اور رات کو روشنی دینے کے لئے آگ کے ستُون میں ہو کر اُنکے آگے چلا کرتا تھا تا کہ وہ دِن اور رات دونوں چل سکیں۔ وہ بادل کا ستُون دِن کو اور آگ کا ستُون رات کو اُن لوگوں کے آگے ہٹتا نہ تھا۔"[54]

[47]. خروج، 13: 20-21
[48]. خروج، 14: 1-2
[49]. القرآن، 20: 77
[50]. خروج،12: 31- 33
[51]. القرآن، 42: 11
[52]. القرآن، 6: 103
[53]. القرآن، 26: 62
[54]. خروج، 13: 21- 22

کتابِ خروج کے مطابق ضرب بالعصا نہیں ہوا بلکہ موسیٰؑ نے سمندر پر اپنا ہاتھ بڑھایا، مذکور ہے:۔ "پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تُندپُوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنادیا اور پانی دو حصے ہو گیا۔"[56]	قرآن حکیم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ سمندر پر عصا ماریں جسکی وجہ سمندر پھٹ گیا، ارشاد ہے:۔ "فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓي اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ "[55]	سمندر پر عصا کی ضرب
"جب مصر کے بادشاہ کو خبر ملی کہ وہ لوگ چل دئے تو فِرعون اور اُس کے خادموں کا دل اُن لوگوں کی طرف سے پھر گیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ کیا کیا کہ اسرائیلیوں کو اپنی خدمت سے چُھٹی دے کر اُن کو جانے دیا۔ تب اُس نے اپنا رتھ تیار کروایا اور اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لیا۔ اور اُس نے چھے سو چُنے ہوئے رتھ بلکہ مصر کے سب رتھ لیے اور ان سبھوں میں سرداروں کو بٹھایا۔"[57]	قرآن کریم ساکت ہے۔	فرعونی لشکر کی تعداد
کتابِ خروج اِس بارے میں ساکت ہے۔	قرآن حکیم کا بیان ہے کہ وہ آخری لمحات میں ایمان لایا، ارشاد ہے:۔ " وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ "[59][58]	فرعون کے آخری لمحات
فرعون کی لاش کے بارے میں کتابِ خروج ساکت ہے۔	جبکہ قرآن کی آیت اس بات پر دال ہے کہ اُس کے بدن کو دنیا میں بطورِ عذاب بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنادیا، ارشاد ہے:۔	فرعون کی نعش

[55]. القرآن، 26: 63

[56]. خروج، 14: 21

[57]. خروج،14: 5- 7

[58]. القرآن، 10: 90

[59]. مستشرقین کا خیال ہے کہ قرآن کریم کے اس واقعے کا ماخذ یہودی تفسیری مدراش ہے۔ مدراش ربی الیعزر کے وہ الفاظ جن کی بنیاد پر "نیومین" نے اسے قرآنی قصے کی بنیاد بتائی:۔

" Come and see from Pharaoh, king of Egypt, who rebelled most grievously against the Rock, the Most High, as it is said, "Who is the Lord, that I should hearken unto his voice?" (Ex. v. 2). In the same terms of speech in which he sinned, he repented, as it is said "Who is like thee, O Lord, among the mighty?"... The Holy One, blessed be He, delivered him from amongst the dead. Whence (do we know) that he died? Because it is said, "For now I had put forth my hand, and smitten thee"... He went and ruled Nineveh." See. Gerald Friedlander, trans. and ed., Pirkê de Rabbi Eliezer: (The Chapters of Rabbi Eliezer the Great) According to the Text of the Manuscript Belonging to Abraham Epstein of Vienna (London: Kegan Paul, Trench, Trubner & Co., 1916), 341–342/ Regarding the redactional chronology of Pirqē de-Rabbi Elīʿezer, modern scholarship confirms its late post-Qur'anic compilation. As noted in the Encyclopaedia Judaica (Encyclopaedia Judaica, ed. Cecil Roth and Geoffrey Wigoder (Jerusalem: Keter Publishing House, 1972), 14:185; cf. 2nd ed., ed. Fred Skolnik and Michael Berenbaum (Detroit: Macmillan Reference USA, 2007), 14:185.)

	" فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ "[60]	

واقعہ خروج کے متنی تقابل کے ضمن میں مستشرقین کے "نظریہ اخذ واستفادہ (Borrowing Theory) "کا تنقیدی جائزہ

ناقدین قرآن مثلا ابراہم گیگر، چارلس کٹلر ٹوری، رچرڈ بیل اور ولیم سینٹ کلیئر ٹسڈال وغیرہ منے قرآنی قصص، بالخصوص قصہ موسیٰ اور واقعہ خروج کو بائبلی اور تلمودی متون سے "اخذ واستفادہ "کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی۔ اس استشراقی مکتبِ فکر کا بنیادی مقدمہ یہ تھا کہ قرآن مجید کا بیانیہ عبرانی بائبل، مدراش اور ربیائی روایات کا ماخوذ روپ ہے۔ متنی، اسلوبیاتی اور تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ مفروضہ علمی اور طریقہ کار (Methodological) کے اعتبار سے کئی بنیادی نقائص کا حامل ہے۔

1 . کلامی و تاریخی نقطہ نظر:

مہیمنیت بمقابلہ اخذ و سرقہ قرآنِ مجید اپنے نزول کے مقصد کو پچھلی کتب سے "اخذ" کے بجائے "مصدق اور مھیمن" قرار دیتا ہے۔ جہاں پچھلی کتب میں وقتی یا تحریفی میلانات داخل ہوئے، قرآن نے وہاں ایک تصحیحی کسوٹی کا کردار ادا کیا۔ واقعہ خروج کا قرآنی بیانیہ بائبل کی تاریخی تفصیلات کی اندھی پیروی نہیں کرتا بلکہ یہ انبیائی تاریخ کے اسی تسلسل کا الہامی احیاء ہے جو توحید اور عدلِ الٰہی پر قائم ہے۔ امام طبری مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ کے اقوال میں نقل کرتے ہیں کہ اس کا مفہوم ابن عباس رضی اللہ کے نزدیک "سابقہ کتب کا امین اور حاکم ہے:۔

"عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال في تفسير قوله تعالى: وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔ المائدة: 4. قال: المهيمن: الأمين، القرآن أمين على كل كتاب قبله وروي عنه أيضاً أنه قال: وَمُهَيْمِنًا أي: حاكماً على ما قبله من الكتب "[61]

2 . .زمانی ارتقاء اور تاریخی تعارض:

مستشرقین نے قرآن پر بائبل کی براہ راست کتب میں فرق کی بنیاد پر مدراشی اور ربیائی لٹریچر سے استفادے کا الزام عائد کیا۔ مثال کے طور پر واقعہ خروج کے ضمن میں ایک واقعہ یعنی فرعون کے غرقاب ہوتے وقت توبہ کرنے کے واقعے کو قرآن پر مدراش ربی الیعزر کا اثر قرار دیا۔ لیکن تاریخی تنقیدی جائزہ کی جانچ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ معاصر یہودی اور بائبلی ماہرین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس مدراش کی تدوین و تحریر آٹھویں یا نویں صدی عیسوی (دورِ اسلامی کے بعد) میں مکمل ہوئی۔ اس لیے تاریخی اعتبار سے جو متن قرآن کے بعد مرتب ہوا ہو اسے قرآن کا ماخذ قرار دینا ایک صریح زمانی مغالطہ ہے۔ اس کے برعکس امکان اس بات کا زیادہ ہے کہ مابعد کے مدراشی مصنفین قرآنی بیانیے سے متاثر ہوئے ہوں۔[62]

3 . تجسیمیت کی نفی اور خالص کلامی توحید :

توراتی متن اور قرآنی متن کے تقابل سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن نے بائبل کے تجسیمی عناصر کو یکسر مسترد کر کے ایک خالص مابعد الطبیعیاتی توحید پیش کی ہے:

- تورات کا اسلوب :کتابِ خروج میں خدا کا بادل اور آگ کے ستون کی شکل میں چلنا، رات کو مصریوں کو دیکھنے کے لیے جھانکنے جیسے نواقص کا رب تعالیٰ کے ساتھ منسوب کا ہونا یہ خداوند کی شان میں تجسیم کا قائل ہونا ہے۔
- قرآنی اسلوب : قرآن نے ذاتِ باری تعالیٰ کو تمام نقائص سے پاک رکھتے ہوئے محض حکم، ارادے اور وحی کے ذریعے واقعات کے ظہور کو
- بیان کیا "كَلَّآ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ"اور "فَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ" اگر یہ بیانیہ تورات سے محض سرقہ ہوتا تو تورات کی گہری تجسیمی اور اساطیری چھاپ قرآنی متن میں بھی منتقل ہوتی۔

4 . غائی ساخت کا بنیادی فرق:

- تورات کی نسلی و جغرافیائی جہت :تورات میں خروج کا مقصد ایک خاص بنی اسرائیل نسل کی قومی تشکیل، نسلی برتری اور ارضِ کنعان کی تسخیر پر مرکوز ہے۔
- قرآن کا آفاقی و اخلاقی نمونہ : قرآن میں یہ واقعہ کسی نسلی تفاخر کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک آفاقی اخلاقی اور الہیاتی کلیہ ہے:

---

60. القرآن، 10: 92

61 الطبری، ابن جریر، جامع القرآن عن تاویل آی القرآن ، 488/8

62. *Encyclopaedia Judaica*, 14:185.

- مستضعفین (کمزوروں) کی نصرت اور ائمہ ووارثین بنانے کا الٰہی قانون۔
- استکبار اور طاغوت (فرعونیت) کی حتمی شکست۔
- نجات پانے کے بعد بنی اسرائیل کی ناسپاسی، بزدلی اور انحرافات پر سخت گرفت۔

الغرض اسلوبیاتی، الہیاتی اور تاریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کا واقعۂ خروج کا بیان توراتی روایات کا مرہونِ منت نہیں بلکہ ایک مستقل منزل، مہیمن اور معجزاتی کلام ہے جس کا سرچشمہ وحیِ الٰہی ہے۔